بیرونی حملہ آوروں پر پنجابی واریں

پروفیسر ڈاکٹر سعید بھٹا
صدرِ شعبہ پنجابی
جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract

"Vaar" (epic poem) is such an important genre of Punjabi literature that covers the whole range of heroic traditions of Punjab. One face of Punjab has been preserved in the tradition of other languages. However, a different version of Punjab has been documented in Punjabi "Vaar" (epic poem).This write-up discusses only those epic poems (Vaaran) which have been written in Punjabi language with a thematic focus on foreign invaders. This article is a brief analytical survey of Punjabi epic poems (Vaaran) spanning from the period of Zaheer-ud-Din Babur to the War of Independence in 1857. It is actually a Punjabi perspective on the history of this period.

پنجاب کی دھرتی پر بدیسی حملہ آوروں کی یلغار ہوتی ہی رہی ہے، کچھ تو لوٹ مار کر کے پلٹ گئے مگر کچھ نے یہاں اپنے راج قائم کئے اور تا دیر حکومت کرتے رہے۔ راج بولیوں سنسکرت، یونانی، فارسی اور انگریزی میں پنجاب باسیوں کے وہی خدوخال اجاگر کئے گئے جو حملہ آوروں کیلئے قابلِ قبول تھے۔ اگر ہم نے اپنی معاشرت کی اصل چمک دمک دیکھنی ہے تو اس کا ذریعہ پنجابی کا لوک ادب اور کلاسیکی ادب ہے۔ پنجابی لوک ادب میں ایک ایسا جہان آباد ہے جس میں بیرونی حملہ آوروں کو بے نقاب کیا گیا ہے، اس رُخ سے ہم پنجاب کی تاریخ کی گراں قدر جھلک کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دوسری جانب کلاسیکی ادب میں بھی رمزیہ اور بالمشافہ اشاروں کی کمی نہیں۔ یہ ان دانشوروں کی تخلیقات ہیں جنہوں نے زندگی کے اتار چڑھاؤ دیکھے اس کے ساتھ وہ دوسری شعری روایات کی آگاہی بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے جب زمانے کے ستم اور حملہ آوروں کے بارے لکھا تو مکمل انصاف کیا۔ ہمارا یہ شعری ورثہ ایک ایسا خزانہ ہے جس کی دوسری مثال نہیں۔

پنجابی ادب کے بھرے بھنڈار میں وار سیدھے صاف انداز میں پنجاب کی تاریخ کا چرچا کرتی ہے۔ واروں کو ہم بڑی سہولت کے ساتھ اندر مُکھی اور باہر مُکھی کے عنوانات کے تحت دو گروہوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ اندر

مکھی واروں میں من کی دنیا کے اندر خیر وشر کی قوتوں کے ٹکراؤں کا بیان ہے جبکہ باہرمُکھی واروں کی درجہ بندی مختلف انواع کے تحت کی جاسکتی ہے۔ پہلی نوع کی واریں دیسی قبیلوں اور راجاؤں کی آپسی جنگوں کے بارے میں ہیں، یہ واریں لفظیات، شعری آہنگ، ہتھیاروں، معاشرتی ٹکراؤ اور جیون کی رنگارنگی کا ایک لطیف اجتماع ہیں۔ پنجابی معاشرت اور رہن سہن کے کئی پہلو جو اور کہیں نظر نہیں آتے ان واروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ دوسری نوعیت کی واریں بیرونی حملہ آوروں کی یلغاروں اور ان کے مقابلے میں دھرتی کے بیٹوں کی دیس بچاؤ کاوشوں کے بیان کی انمول مثالیں ہیں۔ تیسری قسم کی واریں موجودہ دور کے شاعروں کی وہ طویل نظمیں ہیں جنھیں شعراء نے وار کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان میں ہریندر سنگھ روپ، ودھا تا سنگھ تیر، گُردت سنگھ کندن، پیارا سنگھ صحرائی اور نجم حسین سید خصوصی توجہ کے حامل ہیں۔ اب ہم بیرونی حملہ آوروں بارے پنجابی میں لکھی واروں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

پنجاب پر بیرونی حملہ آوروں کی یلغاروں کا طویل سلسلہ ہے۔ پنجاب کی تاریخ گواہ ہے کہ مغربی سمت سے نت حملہ آوروں کے گروہ چڑھائی کئے رکھتے، پنجابی انہیں روک لیتے تو وہ پلٹ جاتے، پنجابیوں کی ہار کی صورت میں دلی کا تخت آنے والوں کا مقدر ٹھہرتا۔ پنجاب کے سورماؤں کی بہادری کی داستانیں فخر آمیز ڈھنگ سے میراثی، ڈھاڈی اور بھٹ اپنی کویتاؤں میں پرو لیتے اور یہ نسل درنسل یاد رکھی جاتیں۔ یہ کوئی ایک آدھ دن کی کہانی نہیں۔ ''رِگ وید'' میں آریاؤں کے مقابلے میں دیسی قبیلوں کے یُدھوں کا ذکر ملتا ہے، مگر اس کی زبان پنجابی نہیں اس لئے وار کے زمرے میں نہیں شامل کیا جاسکتا۔ آریاؤں کے بعد یونانیوں اور عربوں کے حملوں کا تذکرہ لوک ادب میں ضرور ملتا ہے پر اس کیلئے وار کا لفظ نہیں برتا گیا۔ بیرونی حملہ آوروں بارے سب سے پرانا حوالہ ''سلطان پیرے شاہ شیخ کھوکھر'' کی وار کا ملتا ہے۔ امیر تیمور نے پنجاب پر حملہ کیا تو اس کی فوج کے ہراول دستے کا نگران اس کا پوتا شہزادہ مرزا پیر محمد تھا۔ تاریخِ فرشتہ کے مطابق:

> ''اس کا غرور اتنا بڑھ گیا کہ تیمور جب پنجاب سے گزرا تو اس سے ملاقات تک کرنے کو نہ آیا۔
> امیر تیمور کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور اس نے معتبر امراء اور شہزادے کو اس کی سرکوبی کا حکم دیا۔
> لاہور کے قلعہ کو ان لوگوں نے فتح کر کے شیخا کو گرفتار کرلیا۔ تیمور نے اس کو قتل کر کے لاہور،
> دیپالپور اور ملتان کی حکومت خضر خان کو دے دی۔'' (۱)

''سلطان پیرے شاہ شیخ کھوکھر کی وار'' کسی شاعر نے لکھی اور پھر نسل درنسل لوگوں کے حافظے میں محفوظ رہی۔ سوڈھی مہروان (1640-1581ء) نے ''وار پیراں کی'' لکھی تو اپنی وار کو ''سلطان پیرے شاہ شیخ کھوکھر کی وار'' کی دھن پر گانے کا حکم دیا۔ پیارا سنگھ پدم کے مطابق:

> ''وار سلطان پیرے شاہ تھا شیخ کھوکھر کی۔ وار پیراں کی'' اور اس کی ''دُھنی'' کا سنکیت ہے'' (۲)

اس وار کی موجودگی کا سراغ تو ملتا ہے مگر اس کا کوئی ایک مصرعہ بھی محفوظ نہ کیا جاسکا یوں یہ وار وقت کی دُھول میں دب کر رہ گئی اور اس کا کوئی سراہاتھ نہ آسکا۔

بابا گورونانک (1539-1469ء) کو پنجابی ادب میں یہ رتبہ حاصل ہے کہ ان کے ماننے والوں نے ان کی شاعری محفوظ کر لی۔ یوں ان کی وجہ سے ادب کی کئی اصناف اُمر ہو گئیں۔ اب تک کی تحقیق موجب بابا گورونانک کی تین واریں مکمل صورت میں دستیاب ہیں۔ وہ اس دھرتی کے نمایاں دانشور اور اپنی معاشرت کے عیب وثواب کی مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ انہوں نے دنیا کی یاترا بھی کی جس کا تذکرہ ''جنم ساکھیاں'' میں ملتا ہے۔ وہ محکمۂ مال میں ملازم رہے یوں انہیں شاہی طور طریقوں کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے دیکھا کہ کیسے بااختیار طبقہ بے کسوں کا لہو نچوڑتا ہے اور بے بس خلقت ان کا جبر برداشت کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ان ظالموں، ناانصافوں، دھوکہ بازوں، جابروں، مولویوں اور براہمنوں کی حقیقی تصویر دکھائی ہے۔ ساری زندگی انہوں نے کمزوروں کا ساتھ دیا، وہ عوامی دانشور تھے جنہوں نے پورا جیون مظلوموں کے موہ میں بِتا دیا۔ پنجابی ادب میں بابا گورونانک کی ''بابر بانی'' ہی پہلی وار ہے جو کسی بیرونی حملہ آور بارے مکمل صورت میں ہم تک پہنچی۔

جیسی مَے آوے خصم کی بانی تیسڑا کری گیانی وے لالُو
پاپ کی جنج لے کا بلوں دھائیا جوری منگے دان وے لالُو
سرم دھرم دوءِ چُھپ کھلوءِ کُوڑ پھرے پردھان وے لالُو
کاجیا بامنا کی گل تھکی اگد پڑھے سیطان وے لالُو
خون کے سوہلے گا وھیئے نانک رت کا کُنگو پاءِ وے لالُو (۳)

یہ شاعری کسی تاریخی کتاب کا بیان نہیں جس میں حملہ آور جیت جاتا اور مقابل ہار جاتا ہے۔ ان شعروں میں اُس معاشرت کی سچی تصویر دکھائی گئی ہے جسے بابر کے حملے کے نتیجے میں دُکھوں اور مشکلات کی گھاٹی سے گزرنا پڑا۔ آج صدیاں بیتنے کے باوجود بھی ''بابر بانی'' پڑھ کے فریب کاری کی جیتی جاگتی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔

ایرانی بادشاہ نادرشاہ افشار نے 1738ء میں پنجاب پر حملہ کیا اور کرنال کے میدان میں مغل فوجوں کو شکست دے کر دِلی میں داخل ہوا۔ وہاں اس کی مچائی تباہی پر آج بھی دل کانپ جاتے ہیں۔ اس حملے بارے پنجابی شاعر نجابت نے ''نادرشاہ کی وار'' لکھی۔ یہ وار پنجابی ادب میں ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہے، اس کے دو پہلو ہیں، ایک تو یہ وار تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، نجابت کی ایران کے مختلف صوبوں اور وہاں کے باسیوں بارے آگاہی، نادرشاہ کے دربار کا اندرونی منظر، نادرشاہی فوجوں کا پشاور کے گورنر کا مقابلہ کرنا، پنجاب میں لوٹ مار اور قتل وغارت گری، کرنال کے میدان کے مناظر، تاریخی کتابوں کے ساتھ بہت حد تک میل رکھتے ہیں۔ وہ دلی دربار کی سازشوں، امیروں کی ایک دوسرے کے ساتھ رقابتوں، خاں دوراں اور نظام الملک کے ٹکراؤ میں غداروں کا اصل چہرہ ایک دو مصرعوں میں ہی بخوبی دکھا دیتا ہے:

قمروزی تے نظام دی جڑھ مُڈھوں جائے

بال مہتابی چورنُوں گھر آن وکھائے (۴)

وہ ہندوستان پر ایرانی حملے کے وقت دیس کے سورماؤں کی عزت افزائی کرتا ہے اور گوندل بار کے کسانوں اور ناتھ پنتھی جوگی بھوپت ناتھ کو بھی نادر شاہ کے خلاف برسرِ پیکار دکھاتا ہے، وار کہنے والے نے ایرانی حملہ آوروں کے ظلم وستم پر ایسے بین کئے جو پنجابیوں کے لاشعور کا حصہ بن گئے ہیں۔

یہ پہلی پنجابی وار ہے جس میں ہندوستانی قوم پرستی کا کھل کر اظہار کیا گیا ہے۔ وار کہنے والا مغل بادشاہ محمد شاہ کو مرکزی نکتہ بنا کر اس کے گرداگرد ہندوستانی سورماؤں کو ایرانی حملہ آور کے خلاف جان قربان کرنے پر اُکساتا ہے۔

سر دینا منظور ہے پر ہند نہ جائے (۵)

نجابت کی یہ وار فنی لحاظ سے بھی کم نہیں۔ وہ 'چھندا بندی' کے فن کا ماہر ہے۔ اس نے جنگی مناظر کیلئے 'سرکھنڈی' اور 'نشانی' چھند برت کر اپنی مہارت کا ثبوت بہم کیا ہے، یہ چھند نقارے کی چوٹ کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ اس نے عربی، فارسی الفاظ کو 'تتسم' اور 'تدبھو' دونوں روپ میں برتا ہے۔ یہ الفاظ اس وقت کے کڑانا بار کے باسیوں کے روزمرہ کا حصہ بن گئے۔ اس وار میں پنجابی تشبیہات اور استعارات کا ایسا ذخیرہ ہے جو پنجابی ادب میں پہلی بار برتا گیا۔

''سی حرفی احمد شاہ ابدالی' وارث شاہ کی تحریر ہے۔ اس وار میں احمد شاہ ابدالی کے پنجاب پر پہلے حملے (1748ء) کا ذکر ملتا ہے۔ (۶)

نواب زکریا خان کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں یحییٰ خاں کو لاہور کا گورنر اور شاہ نواز خان کو ملتان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ شاہ نواز خان نے لاہور پر حملہ کر کے یحییٰ خان کو گرفتار کر لیا۔ یحییٰ خان کسی طرح اس قید سے فرار ہو کر سیدھا اپنے سسر میر قمرالدین کے پاس دلی پہنچ گیا۔ شاہ نواز خان کو دھڑکا لگا کہ یحییٰ خان سسر کی مدد سے کہیں لاہور پر حملہ نہ کر دے۔ شاہ نواز خان نے احمد شاہ ابدالی کو لکھا کہ اگر وہ لاہور پر حملہ کر دے تو وہ (شاہ نواز خان) اس کا ساتھ دے گا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ احمد شاہ ابدالی کے دھاوے سے پہلے ہی میر قمرالدین نے دونوں بھائیوں کی صلح کروا دی اور دلی دربار کی طرف سے شاہ نواز خان کو لاہور کی گورنری کا پروانہ بھجوا دیا۔ احمد شاہ ابدالی نے لاہور پر حملہ کیا تو شاہ نواز خان نے پٹھانوں کا مقابلہ کیا مگر اس کی فوج بھاگ گئی۔ وارث شاہ کہتا ہے:

ر: رناں چنگیریاں اوہناں نالوں جیہڑے شاہ نواز دے سنگ آہے (۷)

احمد شاہ ابدالی نے لاہور کی لُوٹ کے بعد سرہند پر حملہ کیا اور منارہ کے میدانِ جنگ میں دلی کی فوجوں نے احمد شاہ ابدالی کو شکستِ فاش دی۔ نادر شاہ کی وار کی طرح اس وار میں بھی دلی کے تخت کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے وار کہنے والے نے محمد شاہ کی بڑائی بیان کی ہے:

الف: الٰہی توں اپنا فضل کریں، بادشاہ محمد شاہ ہووے

تب لگ چوغتیاں دا راج ہووے جد لگ تائیں مہر و ماہ ہووے
جیہڑا راضی نہ ہووے چوغتیاں تے پیر نیلے تے مُکھ سیاہ ہووے
وارث شاہ، مبارک شاہ آکھو، شالا ایہہ سلامت شاہ ہووے (۸)

احمد شاہ ابدالی کے پنجاب پر حملوں کے بعد اس کے بیٹے بھی اپنا حق سمجھ کر حملے کرتے رہے۔ احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان نے پنجاب پر چار حملے کیئے، اس وقت پنجاب پر عملاً راج سکھ مسلوں کا تھا۔ جب پٹھان حملہ کرتے تو سکھ پہاڑوں میں جا چھپتے، پٹھان پلٹ جاتے تو سکھ واپس آ کر شہروں پر قبضہ کر لیتے۔ شاہ زمان نے آخری حملہ 1979ء میں کیا اور سندھ ساگر دوآبہ میں احمد خان شاہنچی باشی کو اپنا نائب مقرر کر کے وطن لوٹ گیا۔ سردار صاحب سنگھ گجراتیے نے احمد خان شاہنچی باشی کو قتل کر کے 30 اپریل 1797ء کو پٹھان فوج کو شکست رسیدہ کیا۔ (9) بھائی دیال سنگھ نے اس واقعے بارے ''وار سنگھاں کی'' لکھی۔ یہاں اس وار کا ایک بند پیشِ خدمت ہے:

ایویں دیا سنگھ رب بھانی، کیہڑا میٹے قلم ربانی
عرشوں وگی تیغ پٹھانی، اگوں پچھے گئے رنجانی
بُھلے رب تھیں
جیکو کرسی صاحب یاد، اوہو ہر جی آخر آد
جھوٹی دنیا کر گُ بباد
ایس وچ قطرہ نہیں ساد
ڈٹھی ڈھونڈ کے (۱۰)

بیسویں صدی عیسوی میں سوہن سنگھ سیتل نے ڈھاڈیوں اور راس دھاریوں کی دیکھا دیکھی اپنی منڈلی بنالی۔ انہوں نے سکھ تاریخ اور وار ادب کے رنگ میں واریں لکھ کر اپنی منڈلی میں گانا شروع کر دیں۔ ان کی واریں ''میریاں ڈھاڈی واراں'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوئیں۔ ان کی واروں میں ''بابر دی چکی، گورونانک دیوجی'' (۱۱)
''شاہ زمان دا آخری حملہ'' (۱۲)
اور وار ''احمد شاہ ابدالی دا نوواں حملہ'' (۱۳)

بیرونی حملہ آوروں بارے ہیں۔ سیتل نے سکھوں میں تاریخی شعور بیدار کرنے، ماضی پر مان کرنے اور ان کا اعتماد بڑھانے کیلئے چنیدہ واقعات کو وار کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی وار ادب کیلئے خاص دین یہ ہے کہ انہوں نے عوام کے ذہنوں سے محو ہوتے سکھوں کے ماضی کو ازسرِ نو اجاگر کیا۔

اٹھارویں صدی کا پنجاب جنگوں کا اکھاڑا بنا رہا۔ ایرانیوں، پٹھانوں، مرہٹوں کے بعد سکھ ایک نئی قوت بن کر ابھرے۔ سکھوں کی بارہ مسلیں پنجاب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئیں اور مہاراجا

رنجیت سنگھ نے 1799ء میں لاہور پر قبضہ کرلیا(۱۴)

یوں اسے سکھ مسلوں میں مرکزی حیثیت مل گئی۔اس نے تھوڑے ہی عرصے میں پنجاب، کشمیر اور پشاور پر بھی قبضہ کرلیا۔رنجیت سنگھ بہت مضبوط حکمران ثابت ہوا،اس نے اپنی فوج کو جدید انداز میں منظّم کیا۔اس کے دربار میں فرانسیسی، اطالوی جرنیلوں کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں یوروپین بھی مختلف عہدوں پر مامور تھے،اس کی فوج کے پاس جدید اسلحہ تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کیلیئے بہت بڑا چیلنج تھا۔یہی وجہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو رنجیت سنگھ کے زمانے میں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا اور انہیں صحت مند بوڑھے کی موت کا انتظار کرنا پڑا۔رنجیت سنگھ کی موت (1839ء) کے تھوڑے عرصہ بعد ہی سکھ دربار خانہ جنگی کا شکار ہوگیا اور انگریزوں نے آگے بڑھ کر پنجاب پر حملے شروع کردیئے۔ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجابیوں کی جنگوں بارے بھاشا اور ہندی میں بھی جنگ نامے اور واریں لکھی گئیں۔یہاں ہم پنجابی میں لکھی گئی دو نمایاں واروں کا حوالہ دیتے ہیں۔

شاہ محمد کی وار ''جنگ ہند پنجاب'' میں رنجیت سنگھ کی پیدائش،اس کے عروج اور پھر اس کی اولاد کے زوال کی کہانی کے ساتھ ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجابیوں کی مُدکی، پھیرو،علی وال اور سبھراؤں کی لڑائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔شاہ محمد جہاں سکھ غداروں کے چہروں سے منافقت کا پردہ ہٹاتا ہے وہیں ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے باسیوں کے پنجاب پر حملوں پر بھی دھیمے سروں میں بین کرتا ہے:

لگی دھمک سارے ہندوستان اندر دلی آگرہ ہانسی حصار میاں
بیکانیر،لکھنؤ، اجمیر، جے پور پیاں بھاجڑاں جمنا تھوں پار میاں
چلی سبھ پنجاب دی پادشاہی نہیں دَلاں دا انت شمار میاں
شاہ محمدا کسے نہ اڑکنا ایں سنگھ رہن گے دلی نوں مار میاں (۱۵)

جنگ ہند پنجاب دا ہون لگا دوویں پادشاہی فوجاں بھاریاں نی
اج ہووے سرکار تے مُل پاوے جیہڑیاں خالصے نے تیغاں ماریاں نی
سَنے آدمی گولیاں نال اُڈن ہاتھی ڈگدے سنے انباریاں نی
شاہ محمدا اک سرکار باجھوں فوجاں جِت کے انت نوں ہاریاں نی (۱۶)

پنجابی واریں 'سرکھنڈی' اور 'نشانی' چھند میں ہی لکھی جاتی رہیں پر شاہ محمد نے یہ وار 'بیت' میں لکھی ہے۔یہ وار فقط پنجابی دستاویز کا درجہ ہی نہیں رکھتی بلکہ اپنی مقبولیت کی بنا پر لوگوں کے حافظے کا حصہ بن گئی ہے۔

مٹک شاعر نے ڈیوڑھ کی صنف میں ''جنگ سنگھاں تے فرنگیاں''، لکھی۔لگتا ہے مٹک اس کا قلمی نام تھا جو

اسے انگریزی عہد کے جبر کی وجہ سے رکھنا پڑا۔اس وار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مُد کی، پھیروشہر،علی وال، سبھراؤں کی لڑائیوں کا ذکر ملتا ہے۔ مٹک کے وچار موجب ستلج پار کے عوام نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی معاندانہ سرگرمیوں کی لاہور دربار میں فریاد کی۔اس فریاد پر پنجابی فوج،ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقابلے کیلئے تیار ہوگئی۔ یہاں مٹک کے اسلوب سے آگاہی کیلئے ایک بند پیشِ خدمت ہے:

پار سبھ ہوئے اکٹھے، پہنچے دُھر سرکارے، آن پکارے
پیسہ ساتھوں منگے فرنگی، اسیں غریب وچارے، کھیتیاں وارے
جے زور ہے وچ تُمارے، ڈِھل نہ کرو پیارے،لشکر بھارے
کہت مٹک جب سنی پنتھ نے،غصہ چڑھیا سارے، بھئے تیارے(۱۷)

سوبھا شجاع آبادی نے دیوان مُولراج کی سربراہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ملتان میں ہونے والی لڑائی کو وار کا روپ دیا۔تب تک اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے پنجاب پر اپنی فتح کا اعلان نہیں کیا تھا مگر ایک انگریزی ریذیڈنٹ مقرر کر دیا تھا جو سارے انتظامی امور دیکھتا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر دیوان مُولراج نے ملتان کی گورنری سے استعفٰی دے دیا۔جب انگریز آفیسر اور سردار کاہن سنگھ چارج لینے آئے تو ایک سپاہی امیر چند نے انگریز آفیسر پر حملہ کر دیا اور صورتحال مخدوش ہوگئی۔ملتان کی رعایا نے مُولراج کو اُکسایا کہ انگریزوں کے ساتھ جنگ کی جائے۔ایسٹ انڈیا کمپنی کا ساتھ نواب بہاولپور اور دوسرے ملتانی وڈیرے بھی دے رہے تھے۔دیوان مُولراج کو اپنوں کی غداری کی وجہ سے شکست ہوئی اور وہ کمپنی کی قید میں چلا گیا۔قید کے دوران ہی مُولراج مر گیا۔ یہاں ''سوبھے کی وار'' میں سے کچھ شعری نمونے دیکھیں:

گورے وی لڑپون زورے
کیتی ونجن اڈائی
بھج بھج پوون اگاہاں تیں
جیویں کرے پتنگ تکھائی
لُک چھپ کوئی نہ چُھٹا
جو منہ گوریاں دے آئی
تھئی خراب خلقت ملتانی
رُلی جا بجائی(۱۸)

یہ ایک جانی مانی حقیت ہے کہ 1857ء کی جنگِ آزادی سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے برِعظیم پر قبضہ جما لیا تھا،لیکن بہادر شاہ ظفر کی علامتی حیثیت موجود تھی۔ جب دلی کی لڑائی کی خبریں، بار میں پہنچیں تو رائے احمد خان

کھرل نے انگریزوں کو پنجاب سے بھگانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔انہوں نے کئی اکٹھ کیے اور دیسی قبیلے ان کی سربراہی میں سر پر کفن باندھ کر ان کے کندھے سے کندھا جوڑ کر لڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔اس جنگ کی سرگزشت ڈھولے کی صنف میں محفوظ ہے۔ یہاں ایک ڈھولے کے مصرعے دیکھیں:

انگریز برکلی آہندا اے: رائے احمد دیویں گھوڑیاں

تیری لندنوں لکھ لیا وساں نیک نامی

رائے احمد آہندا اے: رناں، بھوئیں تے گھوڑیاں، ونڈ کسے نہ دتیاں

ہوندیاں بُت وچ ساہ سلامی (۱۹)

رائے احمد خان کھرل تو جنگ کے پہلے دِن 21 ستمبر 1857ء کو ہی شہید ہو گئے تھے مگر ان کی شہادت کے بعد بار کے قبیلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور بھڑکی۔سور ماؤں نے کمالیہ اور چیچہ وطنی پر قبضہ کرلیا۔دلی کی فتح کے بعد انگریز فوجوں نے پنجاب کی باروں کی طرف رُخ کیا تو یہاں مظالم کی انتہا کر دی، کئی سور ما شہید ہوئے، کئی کالے پانی کی سزا پا گئے۔ان مظالم کا ذکر ڈھولوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کال بلیندی نار دپیا رونگار دا

ایہناں انگریزاں، بلند بیگ دا تر ہانا، فتح پور گو گیریں پھاہے چاڑھیا

جیہڑا لاڑا ہا ساندل بار دا

ایہناں انگریزاں بنھ لیا لال گاجی دا کاٹھیا، مامد جلے دا کاٹھیا

ولی داد مُر دانا تے موکھا پتر کوڑھی ویہنی وال دا

ایہناں انگریزاں بنھ لئے، مراد تے بہاول فتیانے

جیہڑے راوی دے اُتے چکیندے مال چودھار دا

پنڈی شیخ موسیٰ دے وچوں نادر شاہ قریشی ٹوریونیں

پنچھی نکھیڑ یا ہنساں دی ڈار دا

پیریں بیڑیاں، ہتھیں کڑیاں جھل کے

فرض نبھائی جاندے نی رب غفار دا (۲۰)

یہاں یہ بات بامحل گردانی جائے گی کہ پنجاب کی باروں میں لڑنے والے پیشہ ور سپاہی نہیں تھے جو تنخواہیں بڑھانے کا مطالبہ کر رہے ہوں یا انہوں نے کسی راجے مہاراجے کے اکسانے پر انگریزوں کا مقابلہ کیا ہو۔ یہ اصل میں ایسے سورماؤں کی لڑائی تھی جو اپنی دھرتی پر دیسی راج کے خواہش مند تھے اور کسی دنیاوی صلے کے بغیر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے دیس کے تقدس کا بھرم رکھ گئے۔

جیسے پہلے عرض کیا گیا ہے کہ وار پنجاب کی تاریخ کی امین ہے اور اس میں پنجاب کی رنگارنگی بے حدو

حساب ہے۔خصوصاً پنجاب پر بیرونی حملہ آوروں کی یلغاروں کا بالتفصیل بیان وار کی صنف میں ہی ملتا ہے۔شاید ہی کوئی اور صنف اس پہلو سے وار کے مقابلے پہ آ سکے۔پنجابی واریں پہلے سرکھنڈی اور نشانی چھندوں میں ہی لکھی جاتی تھیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سی حرفی، ڈیوڑھ، بیت اور ڈھولا کو بھی اختیار کرلیا گیا۔اس طرح ہم وار کو موضوعی صنف کا نام بھی دے سکتے ہیں۔وار کا تعلق انسان کی بقا سے جڑا ہے اور جب تک انسان کے اندر بقا کی خواہش موجود ہے وار تخلیق ہوتی رہے گی۔اب چاہے بیرونی حملہ آوروں بارے کم ہی لکھی جاتی ہیں پر آج کے شعراء نے موجودہ نظام میں انسان کی بقا بارے واریں لکھنی شروع کر دی ہیں اور اس طرح اس صنف کا گھیرا وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ محمد قاسم فرشتہ،تاریخ فرشتہ،جلد اول،مترجم۔عبدالحیٔ خواجہ(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،س،ن)۴۸۹۔

۲۔ پیارا سنگھ پدم،پنجابی واراں(پٹیالہ:قلم مندر،۱۹۸۰ء)۳۶۔

۳۔ بابا نانک،کلام نانک بمعہ فرہنگ،مرتب۔ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل(پٹیالہ: بھاشا وبھاگ پنجاب،س،ن) ۵۴۳۔

۴۔ نجابت،نادر شاہ دی وار،مرتب۔نواب سیال(لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ،۱۹۸۹ء)۱۲۱۔

۵۔ نجابت ۱۲۲۔

۶۔ اقبال صلاح الدین،تاریخ پنجاب(لاہور:عزیز پبلشرز،۱۹۷۴ء)۳۰۵۔

۷۔ پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی،''سی حرفی دا فکر تے فن''،اقبال صلاح الدین،مرتب۔لعلاں دی پنڈ (لاہور:عزیز پبلشرز،۱۹۷۳ء)۵۸۔

۸۔ پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی،''سی حرفی دا فکر تے فن''۵۹۔

۹۔ پیارا سنگھ پدم ۳۳۲۔

۱۰۔ پیارا سنگھ پدم ۳۳۶۔

۱۱۔ سوہن سنگھ سیتل،میریاں ڈھاڈی واراں،تیجا بھاگ(لدھیانہ:سیتل پُستک بھنڈار،۱۹۷۶ء)۱۵۳-۱۴۰۔

۱۲۔ سوہن سنگھ سیتل، میریاں ڈھاڈی واراں، دوجا بھاگ (لدھیانہ: سیتل پُستک بھنڈار، ۱۹۷۴ء) ۳۵۴-۳۳۸۔

۱۳۔ سوہن سنگھ سیتل،میریاں ڈھاڈی واراں،پہلا بھاگ(لدھیانہ:سیتل پُستک بھنڈار،۱۹۷۴ء)۱۵۳-۱۴۱۔

۱۴۔ اقبال صلاح الدین،تاریخ پنجاب ۴۴۹۔

۱۵۔ شاہ محمد،جنگ ہند پنجاب،مرتب۔محمد آصف خاں(لاہور:عزیز بک ڈپو،۱۹۷۲ء)۱۴۴۔

۱۶۔ شاہ محمد ۱۵۳۔

۱۷۔ گنڈا سنگھ، پنجاب دیاں واراں (پٹیالہ: پبلی کیشن بیورو پنجابی یونیورسٹی، ۱۹۹۰ء) ۱۹۶۔

۱۸۔ م۔ی قیصرانی، سرائیکی تاریخی واراں (لاہور: ری پبلکن بُکس، ۱۹۹۴ء) ۹۳۔

۱۹۔ اے۔ڈی اعجاز، کال بُلیندی (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۳ء) ۱۳۰۔

۲۰۔ اے۔ڈی اعجاز ۱۷۱۔

مآخذ:

۱۔ اقبال صلاح الدین، تاریخ پنجاب، لاہور عزیز پبلشرز، ۱۹۷۴۔

۲۔ آے۔ڈی اعجاز، کال بلیندی، پاکستان پنجاب ادبی بورڈ لاہور، ۱۹۸۳۔

۳۔ بابا نانک، کلامِ نانک بمعہ فرہنگ، مرتب۔ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل بھاشا وبھاگ، پنجاب پٹیالہ، س۔ن

۴۔ پیارا سنگھ پردم، پنجابی واراں، پٹیالہ، قلم مندر، ۱۹۸۰۔

۵۔ سوہن سنگھ سیتل، میریاں ڈھاراں واراں، دوجا بھاگ، لدھیانہ، سیتل پستک بھنڈار، ۱۹۷۴۔

۶۔ سوہن سنگھ سیتل، میریاں ڈھاراں واراں، تیجا بھاگ، لدھیانہ، سیتل پستک بھنڈار، ۱۹۷۶۔

۷۔ شاہ محمد، جنگ ہند پنجاب، مرتب۔محمد آصف خاں لاہور، عزیز بک ڈپو ۱۹۷۲۔

۸۔ گنڈا سنگھ، پنجاب دیاں واراں، پٹیالہ، پبلیکیشن بیورو پنجابی بورڈ یونیورسٹی ۱۹۹۰۔

۹۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، جلد اول، مترجم۔عبدالحیٔ خواجہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن۔

۱۰۔ مرزا مقبول بیگ دخشانی، پروفیسر، سی حرفی دا فکر تے فن، اقبال صلاح الدین، مرتب۔لعلاں دی پنڈ، عزیز پبلیشرز، لاہور، ۱۹۷۳۔

۱۱۔ م۔ی، قیصرانی، سرائیکی تاریخی واراں، لاہور، ری پبلیکن بکس، ۱۹۹۴۔